اتحاد المسلمین

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اتحاد المسلمین

(فرمودہ ۲۵ ؍مارچ ۱۹۵۲ء بمقام حیدر آباد سندھ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میری آج کی تقریر کا موضوع ''اتحاد المسلمین'' ہے جس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کے ایک معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد کن بنیادوں پر قائم ہے اور اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد کن بنیادوں پر قائم کرنا چاہئے یعنی ایک صورت میں اس عنوان کا یہ مفہوم لیا جائے گا کہ تقریر کرنے والا تسلیم کرتا ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد پایا جاتا ہے اور وہ صرف اس اتحاد کی کیفیت بیان کرنا چاہتا ہے اور دوسرے معنوں کے لحاظ سے اس عنوان کا یہ مفہوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں میں اتحاد کی کمی ہے اور ہم نے اسے پیدا کرنا ہے لیکن اسے پیدا کرنے کے لئے وہ کون سے ذرائع ہیں جنہیں اختیار کیا جائے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ہر شخص جس نے اسلامی دُنیا کا مطالعہ کیا ہے یا ہر گروہ جس نے مسلمانوں کے حالات کو سوچا ہے، دیکھا ہے اور جانچا ہے وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ مسلمانوں میں کسی نہ کسی قسم کے اتحاد کی ضرورت ہے کیونکہ مسلمان موجودہ زمانہ میں اتحاد کی ان بنیادوں سے دور جا پڑے ہیں جو مستحکم عمارت کے لئے ضروری ہیں۔ آخر مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والا اور مسلمانوں سے رشتہ جوڑنے والا شخص اگر اسلام کے اصولوں سے تھوڑی بہت محبت رکھتا ہے تو وہ یہ ضرور دیکھتا ہے کہ اس کے آباءُ اجداد کون تھے، اسلام کہاں سے آیا، اسلام کن بنیادوں سے اُٹھا اور کس طرح دُنیا میں پھیلا۔ یہ ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ سندھ میں پیدا ہوئے اور نہ سندھ میں تشریف لائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور نہ ہندوستان تشریف لائے، اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اَتْباع اور صحابہ بھی نہ سندھ میں پیدا ہوئے اور نہ یہاں تشریف لائے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ بعض صحابہ کے متعلق پتہ لگتا ہے کہ وہ یہاں آئے اور یہیں فوت ہوئے لیکن یہ تاریخی بات نہیں بہرحال اگر ایک یا دو صحابہ کا یہاں آ جانا ثابت بھی ہو تو یہ ایک استثنائی امر ہے۔ پھر یہ بات بھی ثابت نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سندھ کے لوگ مکّہ یا مدینہ گئے ہوں، آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوں اور اُنہوں نے آپ کے ارشادات سے استفادہ کیا ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں اسلام آیا اور اکثریت نے اسے قبول کیا۔ یہ چیز بتاتی ہے کہ اسلام پر کبھی روشن زمانہ بھی آیا ہے، اس پر فتوحات کا زمانہ بھی آیا ہے، وہ عزت سے یہاں آیا اور پھر سندھ سے نکل کر یو پی، سی پی، بہار اور بنگال تک پھیل گیا اور پھر آگے چین تک نکل گیا۔ پھر شمالی سرحدوں سے نکل کر بخارا اور چینی ترکستان اور کاکیشیا سے نکل کر پولینڈ تک چلا گیا، پولینڈ میں آج تک مسلمانوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ غرض اسلام جو دُنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا ہے اس کی عظمت کا ہر شخص کو علم ہے مگر آج اس عظمت کے آثار کہاں پائے جاتے ہیں؟ خدا خدا کر کے یہ ہؤا کہ بعض اسلامی علاقوں نے آزادی کا سانس لیا ہے لیکن یہ آزادی سیاسی طور پر ہے ورنہ جہاں تک عظمت کا سوال ہے ابھی تمام اسلامی علاقے اس سے بہت دُور ہیں۔ مثلاً بڑائی اور طاقت کے یہ معنے ہیں کہ اگر کوئی مُلک کسی علاقہ پر حملہ کرے تو اُس علاقہ کے رہنے والے یہ یقین اور وثوق رکھیں کہ کیا بلحاظ ظاہری سامان کے اور کیا بلحاظ اخلاقی طاقت کے وہ اس قابل ہیں کہ دُشمن کا مُنہ توڑ جواب دے سکیں اور نہ صرف دُشمن کو اپنی سرحدات سے باہر نکال دیں بلکہ خود اس کی سرحدوں میں جا کر اسے مزا چکھا سکیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابھی تک کوئی ایسا اسلامی مُلک نہیں جو دُشمن کی سرحدوں میں جا کر اُسے مزا چکھانا تو الگ رہا کسی دوسرے مُلک کی مدد کے بغیر اپنا دفاع بھی کر سکے۔ ہر اسلامی مُلک سہارے کے لئے امریکہ، برطانیہ یا کسی اور یورپین طاقت سے مدد مانگنے پر مجبور ہوتا ہے۔

ایک بھی تو اسلامی مُلک ایسا نہیں جس نے جنگی سامان پیدا کیا ہو۔ جنگی سامان سے یہ مراد نہیں کہ اس نے رائفلیں مرمت کر لی ہوں یا رائفلیں بنا لی ہوں۔ رائفل کو اِس زمانہ میں کوئی حیثیت حاصل نہیں۔ جنگی سامان بڑی بڑی توپیں ہیں، اینٹی ایرکرافٹ گنیں ہیں، ڈسٹرائر ہیں، آبدوز کشتیاں ہیں، ہوائی جہاز ہیں، کروزر ہیں یہ جنگی سامان کسی اسلامی مُلک میں بھی تیار نہیں کیا جاتا بلکہ اگر جھگڑا ہؤا ہے تو اسی بات پر کہ امریکہ اور برطانیہ ہمیں جنگی سامان نہیں دیتے۔ اس کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ ہم جنگ کے لئے تیار نہیں۔ ہاں اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ بہرحال اب تک جو کچھ ملا ہے اس پر ہم خدا تعالیٰ کا جتنا شُکر ادا کریں کم ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ[1] اگر تم میرا شُکر ادا کرو گے تو مَیں تم پر اور احسان کروں گا۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے اس پر خدا تعالیٰ کا شُکر ادا کریں اور پھر یہ بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم محسوس کریں کہ ہم نے ابھی اس مقصد کو حاصل نہیں کیا جس کے حصول کے بغیر ہم نہ تو جرأت اور دلیری کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور نہ کسی مُلک کو چیلنج کر سکتے ہیں۔ مثلاً اس زمانہ میں روس کی طاقت ہے، امریکہ کی طاقت ہے، برطانیہ کی طاقت ہے، پھر ان سے اُتر کر فرانس، اٹلی اور جرمنی کی طاقتیں ہیں۔ نوآبادیات کے لحاظ سے آسٹریلیا اور کینیڈا کی طاقتیں ہیں۔ جاپان بھی سر اُٹھا رہا ہے مگر کیا روپیہ جنگی سامان، تجارت اور صنعت وغیرہ کے لحاظ سے کوئی اسلامی مُلک یا اسلامی ممالک کا جتّھہ ہے جسے ہم ان طاقتوں کے مقابلہ میں پیش کر سکیں۔ کیا کوئی ایسا اسلامی مُلک ہے جو یہ کہہ سکے کہ اگر ان مُمالک کے پاس اتنی توپیں ہیں تو میرے پاس بھی اتنی توپیں ہیں، اگر ان کے پاس گولہ بارود ہے تو میرے پاس بھی گولہ بارود ہے، اگر ان کے پاس جنگی سامان ہے تو میرے پاس بھی جنگی سامان ہے، اگر ان کے پاس کارخانے ہیں تو میرے پاس بھی کارخانے ہیں، اگر ان کی تجارت وسیع ہے تو میری تجارت بھی وسیع ہے۔ مسلمانوں کی طاقت ان مُمالک کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ پس یہ تو صاف بات ہے کہ اتحاد المسلمین کے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے اس بات کے متعلق سوچنے کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد

کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے تا کہ وہ طاقتور بن جائیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں۔ اتحاد عربی لفظ ہے اور وحدت سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں یکجہتی اختیار کر لینا۔ یہ لفظ بتاتا ہے کہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ بہت سی چیزیں ہیں اور اُنہوں نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنی انفرادیت کو کھو کر اجتماعیت اختیار کریں گی۔ عربی زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ مطالب کو اس طرح بیان کرتی ہے کہ ایک لفظ کے اندر سارا فلسفہ بیان کر دیا جاتا ہے۔ اتحاد نے اُردو زبان میں آکر اپنے معنے کھو دئے ہیں لیکن عربی زبان میں جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس کے فلسفہ کو جاننے والا فوراً سمجھ جاتا ہے کہ بولنے والا کئی باتیں تسلیم کرتا ہے۔ وہ تسلیم کرتا ہے کہ اسلام میں کئی گروہ ہیں اور وہ الگ الگ ہیں۔ پھر وہ گروہ ارادہ اور عزم کے ساتھ بعض مقاصد کے لئے ایک ہو جاتے ہیں۔ پس جب ایک شخص یہ کہے گا کہ مسلمانوں میں اتحاد ہو تو وہ تسلیم کرے گا کہ مسلمانوں کے حکومتوں اور افراد کے لحاظ سے مختلف اجزاء ہیں اور ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اِن اجزاء اور افراد کو اکٹھا کریں گے۔ گویا اتحاد کے معنی ہیں تمدّن کی بنیاد رکھنا۔ یہی معنے مدنیت کے ہیں۔ مدنیت کے معنے ہیں ایک جگہ رہنا اور بعض قیود اور پابندیوں کو اپنے اُوپر عائد کر لینا۔ اگر ہم کہیں انسان مدنی الطبع ہے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ کُتوں، سُؤروں اور بلیّوں میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنے انفرادی حقوق کو چھوڑ کر قومی حقوق کو ترجیح دیں لیکن انسان کے اندر یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ بعض اوقات قومی حقوق کی خاطر انفرادی حقوق کو نظر انداز کر دیتا ہے اور یہی چیز اتحاد ہوتی ہے۔ اتحاد ساری باتوں میں ناممکن ہے۔ اتحاد صرف بعض باتوں میں ہوسکتا ہے اور بعض باتوں میں نہیں ہوسکتا۔ نہ ہر بات میں اتحاد ہوسکتا ہے اور نہ ہر بات میں اتحاد ہونا مفید ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مَیں یہ سوال پیش کرتا ہوں کہ کیا ہر جہت سے ایک ہو جانا مُمکن ہے؟ کیا تمام اختلافات مٹائے جاسکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دینے کے بعد ہی ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہم دعویٰ کریں کہ ہم آپس میں اتحاد پیدا کر سکتے ہیں۔ پھر اگر ہم اتحاد پیدا کر سکتے ہیں تو کن اصول کے لحاظ سے پیدا کر سکتے ہیں اور کن اصول کے لحاظ سے نہیں کر سکتے۔

سب سے پہلے ہمیں اختلافات کو دیکھنا پڑے گا جن کی وجہ سے انسان مختلف کہلاتا ہے اور اگر ہم کُلّی طور پر اتحاد کر لیں تو ہمیں یہ بات بھی دیکھنی پڑے گی کہ کن کن طاقتوں کو ہمیں مٹانا پڑے گا اور ان طاقتوں کو مٹا کر ہمیں کیا طاقت حاصل ہوگی۔

کسی قوم کے قدرتی موٹے موٹے اختلاف یہ ہیں۔اوّل۔مرد وعورت کا اختلاف۔ یہ اختلاف ہر جگہ ہوتا ہے۔مرد کا کام اور ہے اور عورت کا کام اور ہے۔مرد کی خصوصیات اور ہیں اور عورت کی خصوصیات اور ہیں۔عورت کے ذمہ بچہ جننا لگایا گیا ہے اور مرد کے سپرد ضروریات زندگی کو مہیّا کرنا ہے۔عورت کے ذمہ بچہ پالنے کا کام ہے اور مرد کے ذمہ باہر کی نگرانی ہے۔غرض عورت اور مرد کے قویٰ اور طاقتیں مختلف ہیں اور ان میں اتحاد نہیں ہوسکتا اور اگر یہ بات ممکن بھی ہوتی کہ اس اختلاف کو مٹا دیا جاتا تو انسان اسے کبھی پسند نہ کرتا۔ اس اختلاف کو مٹانا خودکشی کے مترادف ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان جو اختلاف ہے وہ بہرحال قائم رہے گا۔خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ ہم نے مرد اور عورت کو پیدا کیا اور ان دونوں سے ہم نے نسل چلائی تاکہ انسان نیکی اور تقویٰ کا مظاہرہ کرے اور پھر ہم نے ان کے اندر اپنی صفات پیدا کی ہیں۔ پھر قد وقامت کا فرق ہے۔بعض مُلکوں میں لوگ بڑے قد کے ہوتے ہیں اور بعض مُلکوں میں چھوٹے قد وقامت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔پھر جسامت کا فرق ہے۔بعض لوگ دُبلے ہوتے ہیں اور بعض موٹے ہوتے ہیں۔ پھر رنگ و روغن میں فرق ہے۔بعض لوگ بھُورے رنگ کے ہوتے ہیں،بعض سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ بعض زرد رنگ کے ہوتے ہیں اور بعض سُرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔حبشیوں میں چلے جاؤ تو وہاں کالے رنگ کے لوگ ملیں گے۔ ہندوستان میں رہنے والے گندمی رنگ کے ہوتے ہیں۔چین میں زرد رنگ کے لوگ ہوتے ہیں اور عرب میں شُتر مرغ کے انڈے والے رنگ کے لوگ پائے جاتے ہیں اور یورپ میں سفید رنگ والے لوگ پائے جاتے ہیں۔ پھر نقش ونگار میں بھی فرق ہے۔کسی کی ٹھوڑی لٹکی ہوئی ہوتی ہے،کسی کی اُبھری ہوئی ہوتی ہے،کسی کی ایک ذقن ہوتی ہے اور کسی کی دو ذقن ہوتی ہیں۔ پھر کوئی بڑا مضبوط جوان ہوتا

ہے اور کوئی دُبلا پتلا ہوتا ہے۔ پھر طاقت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کوئی زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور کوئی کمزور ہوتا ہے۔ پھر خوبصورتی اور بدصورتی میں بھی فرق ہوتا ہے۔ عقل اور دانش میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کسی میں عقل و دانش زیادہ ہوتی ہے اور کسی میں کم۔ کسی کا حافظہ زیادہ اچھا ہوتا ہے اور کسی کا کم۔ پھر حواس خمسہ کا فرق ہے۔ ظاہری نظر کے لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر عینک لگاتے ہیں تو کسی کو ایک نمبر کی عینک لگاتے ہیں اور کسی کو دو نمبر کی عینک لگاتے ہیں اور کسی کو دور نظر کی عینک لگاتے ہیں اور کسی کو قریب سے دیکھنے کی عینک لگاتے ہیں۔ پھر ذائقہ میں بھی فرق ہوتا ہے۔ بعض لوگ باریک سے باریک ذائقہ کا بھی پتہ لگا لیتے ہیں۔ انگریزوں میں یہ چیز کثرت سے پائی جاتی ہے۔ وہاں ذائقہ کی مشق کی جاتی ہے۔ شراب کا وہاں عام رواج ہے اور وہ ایسے شخص کو جو یہ بتا دے کہ یہ شراب کس سنہ کے انگوروں سے بنی ہے پانچ پانچ ہزار روپے انعام دے دیتے ہیں۔ اسلام میں چونکہ اعتدال کا حکم دیا گیا ہے اس لئے مسلمانوں میں اتنا غلو نہیں ہوتا کہ وہ کھانے پینے کی چیزوں کے لئے پانچ پانچ ہزار روپے کے انعام دے دیں لیکن یورپ میں کھانے پینے کی چیزوں کے لئے ہزاروں روپے کے انعام دے دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ناک کے ذریعہ مختلف خوشبوؤں میں امتیاز کرنے کے لحاظ سے بھی فرق ہے۔ پھر آواز میں فرق ہے۔ کوئی شخص گلے میں بولتا ہے تو کوئی ناک میں بولتا ہے۔ کوئی شخص اتنی موٹی آواز میں بولتا ہے کہ کسی جگہ لوچ نظر نہیں آتا۔ تو کوئی اتنی باریک آواز میں بولتا ہے کہ اس میں ترنم اور سوز پایا جاتا ہے۔ پھر بوجھ اُٹھانے اور جانچنے کی طاقت میں فرق ہے۔ کوئی من بوجھ اُٹھا سکتا ہے تو کوئی دو من بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ پھر وزن اور فاصلہ کا اندازہ لگانے میں فرق ہے۔ ایک سپاہی آنکھ سے دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ یہ فاصلہ ایک فٹ کا ہے یا دو فٹ کا۔ پیمانے تو اب نکلے ہیں۔ پہلے افسروں کو فاصلہ جانچنے کی مشق کرائی جاتی تھی اور صرف آنکھ کے اندازے سے فوج کام کرتی تھی۔ افسر آنکھ سے اندازہ لگا کر بتاتا تھا کہ اب کتنے فاصلہ پر گولہ پھینکنے کی ضرورت ہے اور توپیں کتنے فاصلہ سے گولہ پھینکتی تھیں۔ پہلے زمانہ میں بڑی بڑی جنگیں محض آنکھ کے ذریعہ فاصلہ کا اندازہ لگا لینے کے

تجربہ سے فتح ہوئی ہیں لیکن بعض لوگوں کو اس کا کچھ پتہ بھی نہیں ہوتا کہ آنکھ کے ذریعہ کس طرح اندازہ لگایا جاتا ہے۔ یونہی اُوٹ پٹانگ بتا دیتے ہیں۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک راجہ سے کوئی گناہ ہو گیا۔ پنڈتوں نے کہا کہ یہ گناہ مٹ نہیں سکتا۔ ہاں فلاں قسم کے برہمن کو اتنا دان دیں تو اس کا اثر دور ہو سکتا ہے۔ راجہ بڑا پریشان تھا لیکن جس قسم کے برہمن کی تلاش تھی اس قسم کا برہمن اس علاقہ میں نہیں تھا۔ بادشاہ نے وزیروں کو حکم دیا کہ وہ اس قسم کے برہمن کو تلاش کریں چنانچہ ایک وزیر نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں اس قسم کے برہمن کی تلاش کروں۔ بادشاہ نے اسے اجازت دے دی چنانچہ وہ سڑک پر کھڑا ہو گیا، تا آنے جانے والوں کو جانچ کر پتہ لگا سکے کہ ان میں سے کون برہمن ہے۔ جب رعایا کو پتہ لگا کہ راجہ کو ایک برہمن کی تلاش ہے لیکن وہ مل نہیں رہا تو اُنہوں نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا اور اپنے آپ کو برہمن ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ کوئی شودر ہوتا لیکن وہ اپنے آپ کو برہمن ظاہر کرتا۔ کوئی کھتری ہوتا، ویش ہوتا یا کسی اور گوت کا ہوتا تو وہ بھی اپنے آپ کو برہمن ظاہر کرتا تا کہ کسی طرح اس کو دان مل سکے۔ وہ وزیر سڑک پر کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کی جانچ کر رہا تھا کہ دو آدمی گزرے۔ اس نے خیال کیا کہ شاید ان میں سے ایک برہمن ہو۔ چنانچہ اس نے انہیں بُلا کر دریافت کیا کہ آیا ان میں سے کوئی برہمن ہے؟ ان میں سے ایک شخص جو بنیا تھا کہنے لگا کہ مَیں برہمن ہوں اور دوسرے شخص نے بھی جو درحقیقت برہمن تھا کہا مَیں برہمن ہوں۔ وزیر نے حکم دیا کہ ان دونوں کو میرے پاس لایا جائے اور ان سے بیان لئے جائیں۔ اس نے بنیئے سے دریافت کیا کہ درخت کتنا اُونچا ہوتا ہے۔ اس نے کہا درخت ۴۴، ۴۵ فٹ اُونچا ہوتا ہے۔ پھر اس نے برہمن سے مخاطب ہو کر کہا تم بتاؤ درخت کتنا اُونچا ہوتا ہے۔ اس نے کہا درخت چار پانچ فٹ اُونچا ہوتا ہے۔ اس پر وزیر نے کہا یہی برہمن ہے۔ چونکہ یہ لوگ مفت خور ہوتے ہیں اور بے کار رہتے ہیں اس لئے یہ لوگ خود غور کرتے نہیں محض سُنی سُنائی بات پر یقین کر لیتے ہیں۔ بہرحال وزیر نے اس شخص کی بیوقوفی سے اسے پہچان لیا اور کہا یہی شخص برہمن ہے اسے دان دے دو۔

پس بعض لوگ غلط اندازہ لگانے والے ہوتے ہیں اور بعض لوگ اندازہ لگانے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ پھر بعض لوگ کان کے ذریعہ فاصلہ کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ امریکہ میں ریڈ انڈین لوگ پائے جاتے ہیں۔ وہ زمین پر کان رکھ کر اس کے اندر سے آواز سُن کر یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ دُشمن اتنے میل کے فاصلہ پر ہے اور وہ فلاں جہت سے آرہا ہے۔ کوئی گھوڑا آرہا ہوتا ہے تو وہ زمین پر کان رکھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ کوئی سوار آرہا ہے۔ جنگوں میں وہ اسی طرح اپنی حفاظت کر لیتے ہیں۔ جب کوئی خطرہ ہو وہ کان زمین پر رکھتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ اتنے فاصلہ پر سوار آرہے ہیں اور پھر وہ فلاں جہت سے آرہے ہیں، پھر تیل کے چشمے ہیں۔ کئی لوگ ایسے ہیں جو ناک سے مٹی سونگھ کر یہ بتا دیتے ہیں کہ اس جگہ تیل پایا جاتا ہے۔ پاکستان نے بھی اس قسم کا ایک آدمی رکھا تھا جو ناک سے سونگھ کر بتا دیتا تھا کہ اس جگہ تیل پایا جاتا ہے۔ اس فن کے ماہر لوگوں نے شکایت کی تھی کہ اس میں ہماری ہتک ہے لیکن حکومت نے یہی کہا تھا کہ اسے تجربہ ہے۔ میرے پاس کوئٹہ میں کچھ ماہرین آئے اور اُنہوں نے کہا کہ حکومت نے ایسا شخص جس نے اس فن کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی ملازم رکھ کر ہماری ہتک کی ہے تو مَیں نے انہیں یہی کہا تھا کہ تم لوگ تھیوری جانتے ہو لیکن وہ فن جانتا ہے۔ حکومت کیا کرے۔ حکومت کے پاس ایکسپرٹ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اس فن کا ماہر ہے اس لئے وہ اس کو ملازم رکھنے پر مجبور ہے۔ مَیں نے کہا کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ اس میں ہماری ہتک ہے۔ حماقت ہے۔ کیونکہ دُنیا میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کے اندازے غیر معمولی طور پر صحیح ہوتے ہیں۔

پھر جذبات کا فرق ہے۔ ایک شخص میں غصّہ پایا جاتا ہے تو دوسرے میں محبت کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔ کسی میں وقار کم ہوتا ہے تو کسی میں زیادہ۔ کسی میں قربانی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے تو کسی میں کم۔ کسی میں ایثار کا جذبہ زیادہ پایا جاتا ہے تو کسی میں کم۔ کسی میں رحم کا جذبہ زیادہ پایا جاتا ہے تو کسی میں کم۔ کسی میں حقانیت پائی جاتی ہے، کسی میں دیانت پائی جاتی ہے، ایک شخص کو ہزاروں روپے دئے جاتے ہیں اور وہ پورے کے پورے

واپس کر دیتا ہے لیکن دوسرے کو دو پیسے بھی دئے جائیں تو وہ اُن میں خیانت کر جاتا ہے۔ کسی کو آدھی روٹی دے دی جائے تو وہ گزارہ کر لیتا ہے، کسی کو چار روٹیاں دی جاتی ہیں لیکن وہ پھر بھی کھانا کم ملنے کی شکایت کرتا ہے۔ کوئی دال اور معمولی سالن پر گزارہ کر لیتا ہے تو کوئی زردہ اور پلاؤ کی خواہش کرتا ہے۔ پھر میلان کا فرق ہے۔ اپنے بچوں کو پوچھ کر دیکھ لو۔ کوئی وکالت کا پیشہ پسند کرتا ہے تو کوئی سپاہ گری کو پسند کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے میں کلرکی کروں گا تو کوئی کسی اور کام کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اگر زور دے کر انہیں کوئی خاص پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے تو بغاوت ہو جاتی ہے اور کئی بچے اسی لئے بھاگ جاتے ہیں کہ وہ کسی پیشہ کی طرف مائل ہوتے ہیں لیکن ماں باپ انہیں کسی اور پیشے کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ میرے اپنے عزیزوں سے ایک بڑے افسر ہیں۔ وہ ڈاکٹری کی طرف مائل تھے لیکن ان کے ماں باپ انہیں انجینئر بنانا چاہتے تھے۔ اب گو وہ بڑے افسر ہیں لیکن اس وقت وہ صرف اس اختلاف کی وجہ سے گھر سے بھاگ گئے تھے وہ یہی کہتے تھے کہ مَیں ڈاکٹر بنوں گا۔ یہ مثالیں مَیں نے ایسی چیزوں کی دی ہیں جو قدرتی اور طبعی ہوتی ہیں لیکن بعض چیزیں اکتسابی بھی ہیں مثلاً علم کی کمی اور زیادتی ہے۔ کوئی بڑا عالم ہوتا ہے تو کوئی معمولی لکھا پڑھا ہوتا ہے۔ کوئی عربی میں بولتا ہے تو کوئی ترکی میں کلام کرتا ہے، کوئی فارسی میں بولتا ہے تو کوئی پشتو میں بولتا ہے۔ کوئی ہندی میں بولتا ہے تو کوئی چینی میں بولتا ہے۔ پھر جائے رہائش کا فرق ہے۔ کوئی ٹھنڈے مُلک کا رہنے والا ہوتا ہے، کوئی گرم مُلک کا رہنے والا ہوتا ہے اور کوئی درمیانی آب و ہوا والے مُلک کا رہنے والا ہوتا ہے۔ کوئی ایسے مُلک کا رہنے والا ہوتا ہے جہاں ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں کوئی لُو والے مُلک کا رہنے والا ہوتا ہے۔ پھر سامان معیشت کا فرق ہے، خوراک کا فرق ہے۔ کوئی چاول کھاتا ہے، کوئی گندم کھاتا ہے اور کوئی باجرا کھاتا ہے۔ یہاں ہمارے مُلک میں ہی اتنا اختلاف پایا جاتا ہے کہ حیرت آتی ہے حالانکہ مُلک ایک ہے۔ مَیں جب شروع شروع میں یہاں آیا تو مجھے زمینداروں نے بتایا کہ ہم نے مزارعین کے لئے باجرہ کی بجائے گندم رکھی تو وہ ناراض ہو گئے لیکن ہمارے ہاں انہیں باجرا دو تو وہ ناراض ہوتے

ہیں۔ بنگال کے رہنے والے چاول کھاتے ہیں۔ انہیں روٹی دو تو وہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ ربوہ میں سندھ کے بعض طالب علم بھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان میں سے ایک طالب علم کو جو گریجویٹ ہے پیچش ہو گئی۔ مَیں نے کہا تمہیں پیچش کیوں ہوئی ہے؟ اس نے بتایا کہ ہمارے علاقہ کی خوراک اور اس علاقہ کی خوراک میں فرق ہے۔ اس لئے مجھے پیچش ہو گئی ہے۔ پھر لباس کا اختلاف ہے۔ ہمارے ہاں تو کھچڑی سی پکی ہوئی ہے لیکن دوسرے مُلکوں میں جاؤ تو اُن کا ایک لباس ہوتا ہے۔ ایک انگریز ایک امریکن کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ وہ امریکن ہے اسی طرح ایک امریکن ایک انگریز کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ وہ انگریز ہے۔ چین کا لباس اور ہے، عرب کا لباس اور ہے۔ پھر پیشوں کا اختلاف ہے۔ کوئی ڈاکٹر ہے، کوئی وکیل ہے، کوئی انجینئر ہے، کوئی لوہار ہے، کوئی دھوبی ہے، کوئی ترکھان ہے ہر ایک شخص اپنے اپنے مذاق کے مطابق کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اعمال کا فرق ہے کوئی محنت کرتا ہے اور کوئی سُست ہوتا ہے، کوئی ہاتھ سے کام کرنا پسند کرتا ہے تو کوئی دماغ سے کام کرنا پسند کرتا ہے۔ پھر عقائد کا اختلاف ہے۔ مسلمانوں کو ہی دیکھ لو باوجود اس کے کہ وہ سب ایک خدا اور ایک رسول کو مانتے ہیں لیکن پھر بھی ان میں کئی فرقے پائے جاتے ہیں اور ان کے عقائد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ پھر سیاست کا اختلاف ہے۔ پاکستان میں بھی ہم اکثر سُنتے ہیں کہ حزبِ مخالف کے بغیر کوئی حکومت مُلک کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ بہرحال سیاست میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ کتنے اختلاف ہیں جو پائے جاتے ہیں انہیں دیکھ کر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض اختلاف ایسے ہیں جن کا مٹانا ناممکن ہے۔ ان میں اتحاد ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً گورے اور کالے کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے، پھر زرد اور بھُورے کو کون مٹا سکتا ہے، لمبے اور چھوٹے قد کو کون مٹا سکتا ہے، موٹے اور دُبلے کو کون مٹا سکتا ہے اِسی طرح اور اختلافات ہیں اگر انہیں مٹانے کی کوشش کی جائے تو بغاوت ہو جائے۔ یہ سب اختلافات تقدیرِ الٰہی کے مطابق ہیں جو خدا تعالیٰ نے نازل کر دی ہے ہم انہیں مٹا نہیں سکتے۔ پھر بعض اختلافات انسانی زندگی کا ایک ضروری حصّہ ہیں اگر انہیں مٹا دیا جائے تو زندگی بے کیف بن جاتی ہے۔ مثلاً عورت اور مرد کا اختلاف ہے

یہ ایسا اختلاف ہے کہ اسے مٹایا نہیں جا سکتا۔ فرض کرو خدا تعالیٰ مرد کو طاقت دے دے اور کہے تم جو چاہو کرو تو وہ سکون اور آرام نہیں رہے گا جس سے دُنیا چل رہی ہے۔ اگر تم اختلاف کو دُور کر دو تو انسانی زندگی بے کیف اور بے لذت ہو جائے اور دُنیا میں رہنا مُشکل ہو جائے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہر گُلے را رنگ و بوئے دیگر است

یعنی ہر رنگ اور ہر بو مفید ہے اور اس کے بغیر کوئی لذت اور راحت نہیں۔

پھر بعض اختلافات ایسے ہیں جو نہایت ضروری ہیں۔ اگر انہیں مٹا دیا جائے تو دُنیا پر تباہی آ جائے مثلاً ایک بچہ چوری کرتا ہے۔ باپ کہتا ہے تم نے چوری کیوں کی؟ اب اگر کوئی کہے کہ تم اسے کچھ نہ کہو اور آپس میں اتحاد کر لو تو دُنیا پر تباہی آ جائے یا بچہ نماز نہیں پڑھتا۔ باپ کہتا ہے تم نماز پڑھو۔ یہ بھی ایک اختلاف ہے جو نہایت ضروری ہے۔ اب اگر تم کہو کہ آپس میں اتحاد ضروری ہے اس لئے تم اسے نماز کے لئے نہ کہو تو دُنیا پر تباہی آ جائے۔ اسی طرح شرارت سے منع کرنا، جھوٹ سے منع کرنا، غرض ہزاروں اختلافات ایسے ہیں جن کا مٹانا دُنیا کے لئے تباہی کا موجب ہے اور ان کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تم کوئی بُری چیز دیکھو اور تم میں اس کو دُور کرنے کی طاقت ہو تو تم اسے ہاتھ سے دُور کر دو اور اگر تمہیں ہاتھ سے دُور کرنے کی طاقت حاصل نہیں لیکن تم زبان سے اُسے بُرا کہہ سکتے ہو تو اُسے زبان سے بُرا کہو۔ پھر فرمایا اگر تم میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ تم کوئی بُری چیز دیکھ کر اُسے زبان سے بُرا کہو مثلاً دوسرا حاکم ہے اور یہ غریب آدمی ہے اگر یہ زبان سے اُسے کچھ کہے گا تو وہ شاید اسے کچھ تکلیف دے اس لئے فرمایا کہ تم کم از کم دل میں بُرا مناؤ۔[۲] اب دیکھ لو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کو جائز قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تم میں طاقت ہے اور تمہیں اختیار حاصل ہے تو تم جو بُری چیز دیکھو اُسے ہاتھ سے دُور کر دو اور اگر تم میں طاقت نہیں یا تمہیں اختیار حاصل نہیں لیکن تم زبان سے اُسے بُرا کہہ سکتے ہو تو اسے زبان سے بُرا کہو اور اگر تم زبان سے بھی بُرا نہیں کہہ سکتے تو دل میں اُسے بُرا مناؤ۔

ایک بزرگ کا قصّہ مشہور ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو سارنگی بجا رہا تھا۔ آپ نے اس کی سارنگی لی اور اُسے توڑ دیا۔ وہ بادشاہ کا درباری تھا۔ اس نے بادشاہ کے پاس شکایت کی کہ فلاں بزرگ نے میری سارنگی توڑ دی ہے اور اس طرح اُنہوں نے میری ہتک کی ہے۔ بادشاہ نے اس بزرگ کو دربار میں بُلایا۔ جب وہ دربار میں آئے تو بادشاہ خود سارنگی بجانے لگا وہ بزرگ بیٹھ گئے اور بادشاہ کی طرف دیکھتے رہے اور وہ سارنگی بجاتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ اس بزرگ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کیا تم فلاں دن فلاں جگہ سے گزرے تھے؟ اُنہوں نے کہا ہاں۔ پھر کہا کیا تم نے فلاں درباری کی سارنگی توڑ دی تھی؟ اُنہوں نے کہا ہاں۔ بادشاہ نے کہا تم نے وہ سارنگی کیوں توڑی تھی؟ اس بزرگ نے کہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تو کوئی بُری بات دیکھو اور تم میں طاقت ہو اور تمہیں اختیار حاصل ہو تو اسے ہاتھ سے دُور کر دو چنانچہ مَیں نے اسے سارنگی بجاتے دیکھا تو مجھے یہ بات بُری لگی مَیں سمجھتا تھا کہ اگر مَیں سارنگی توڑ دوں تو یہ مجھے کچھ نہیں کہے گا اس لئے مَیں نے سارنگی توڑ دی۔ بادشاہ نے کہا پھر تم نے میری سارنگی کیوں نہیں توڑی؟ اس بزرگ نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تمہیں اختیار حاصل نہ ہو تو تم زبان سے منع کرو۔ بادشاہ نے کہا آپ نے تو زبان سے بھی بُرا نہیں منایا۔ اُنہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم زبان سے بھی بُرا نہ منا سکو تو دل میں ہی بُرا مانو اور خدا کی قسم جب سے مَیں دربار میں آیا ہوں مَیں اسے بُرا منا رہا ہوں۔[۳] پس یہ بھی ایک اختلاف ہے جو قائم رہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حُکم دیتے ہیں کہ میرا اختلاف قائم رہنا چاہئے۔ قرآن کریم بھی اختلاف کو تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۳﴾[۴] فرمایا! دیکھو خدا تعالیٰ کس کس رنگ میں اپنے جلوہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اب کیا یہ ایک چیز کا نام ہیں۔ آسمانوں کو دیکھ لو وہاں تمہیں کچھ سیارے نظر آئیں گے، کچھ ستارے ہوں گے۔ پھر ان میں کوئی اپنے محور کے گرد گھوم رہا ہوگا اور

بعض ایک دوسرے کے اردگرد گھوم رہے ہوں گے۔ پھر زمین کی طرف دیکھو وہاں باغ، درخت، بُوٹیاں اور جانور نظر آتے ہیں ایک ہی پانی ہوگا لیکن کوئی پھل کھٹا ہوتا ہے کوئی میٹھا ہوتا ہے اور کوئی کڑوا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک اختلاف ہے اور یہ اختلاف ہر جگہ نظر آرہا ہے۔ پھر بولیاں دیکھ لو بھانت بھانت کی بولی بولی جاتی ہے۔ پھر رنگوں کا اختلاف ہے کوئی زرد نظر آتا ہے تو کوئی سُرخ نظر آتا ہے، کوئی کالا نظر آتا ہے تو کوئی سفید نظر آتا ہے۔ فرمایا یہ سب نشانات ہیں اگر تم ان پر غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کا جلوہ ذرّہ ذرّہ میں ظاہر ہو رہا ہے۔ پھر کئی اختلاف بہت باریک ہوتے ہیں۔ انہیں پہچانا نہیں جاتا۔ دو بھائی ہوتے ہیں آپ کہتے ہیں کہ ایک بھائی کا نام غلام قادر ہے اور دوسرے کا نام غلام رسول ہے لیکن اگر آپ کا امتحان لیا جائے کہ بتاؤ ان دونوں میں کیا فرق ہے تو تم اسے بیان نہیں کر سکو گے۔ ان دونوں کے درمیان جو فرق ہے اسے آنکھ محسوس کرتی ہے زبان سے اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

پھر آواز کا فرق ہے۔ کان آواز سُن کر پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں کی آواز ہے۔ ہال میں کتنے آدمی بیٹھے ہیں۔ اب ہال کے باہر کوئی آدمی کھڑا ہو اور ہال کے اندر کوئی دو آدمی آپس میں بات کریں تو وہ کہہ دے گا کہ یہ آواز دوسری آواز سے مختلف ہے۔ غرض بعض اختلاف ایسے ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کان، ناک اور آنکھ اس اختلاف کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قد وقامت، رنگوں، بوٹیوں، درختوں، پہاڑوں اور دریاؤں وغیرہ میں جو فرق ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا نشان ہے۔ رنگوں کو لے لو ایک ایک رنگ کئی قسم کا ہوتا ہے۔ عورتیں بازار میں جاتی ہیں اور بزّاز انہیں سُرخ رنگ کا کوئی تھان دکھاتا ہے تو وہ کہتی ہیں یہ سُرخ نہیں ذرا گہرا سُرخ رنگ والا کپڑا دو۔ پھر وہ ایک اور کپڑا جس کا رنگ سُرخ ہوتا ہے دکھاتا ہے تو وہ کہتی ہیں یہ نہیں اس سے ذرا ہلکے رنگ کا کپڑا ہمیں چاہئے۔ گویا ایک ایک رنگ سے آگے بیسیوں قسمیں نکل آتی ہیں۔ پھر سبز رنگ ہے، زرد رنگ ہے، ان سب کی بیسیوں اقسام ہیں۔ غرض دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ممتاز نہیں۔ فرمایا یہ اختلاف اور امتیاز نشان ہے جاننے اور سمجھنے والوں کے لئے۔

ایک شخص جنگل میں جاتا ہے تو کہتا ہے درخت ہیں اور کیا ہے لیکن ایک فاریسٹ آفیسر جنگل میں جاتا ہے تو وہ کہے گا وہاں اتنی قسم کی بوٹیاں ہیں، فلاں میں کیمیکل اتنا ہے اور فلاں میں اتنا ہے۔ پھر اتنی قسم کے درخت ہیں جو فلاں فلاں کام آسکتے ہیں لیکن ایک عام آدمی جنگل میں سے گزرے تو وہ سوائے اس کے کہ بتائے یہ جنگل ہے اور کچھ نہیں بتا سکے گا۔ ایک ماہی گیر دریا پر جائے تو وہ کہے گا اس دریا میں اتنی مچھلی ہے اور فلاں فلاں قسم کی مچھلی ہے وہ یہ بھی بتائے گا کہ فلاں فلاں قسم کی مچھلی میں کانٹا ہے، فلاں مچھلی کے پکوڑے اچھے تلے جاسکتے ہیں اور فلاں قسم کی مچھلی پکانے میں مزیدار ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک تو وہ محض ایک دریا ہوتا ہے لیکن ایک ماہی گیر اسی دریا کے متعلق بیسیوں باتیں بتا دے گا۔ غرض ہر فن کا واقف جب کوئی چیز دیکھے گا تو وہ اپنے فن کے مطابق اس میں اتنے اختلاف بیان کرے گا کہ دوسرا آدمی ایسا نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اختلاف ایک جاہل شخص کو نظر نہیں آتے لیکن عالموں کو لاؤ، ماہرین کو لاؤ، رنگوں کے ماہرین کو لاؤ، ڈاکٹروں کو لاؤ، فارسٹ افسروں کو لاؤ، نباتات کے ماہرین کو لاؤ پھر میری مخلوق کو ان کے سامنے پیش کرو تو وہ اس کی بیسیوں قسمیں بتائیں گے اور تمہیں ہر چیز میں اختلاف ماننا پڑے گا اور یہ اس خدا نے پیدا کیا ہے جس نے متنوّع اور رنگ دار زندگی کو پیدا کیا ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے قدرتی اور ضروری اختلافات کی مثالیں بیان کر دی ہیں اگر ان اختلافات کو مٹایا جائے تو زندگی بے کیف ہو جاتی ہے۔ پھر مَیں نے بتایا ہے کہ بعض اختلافات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو مٹانا تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے: وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۲۱۴)[5] بعض جگہ اختلاف ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جو جھوٹ کی طرف لے جاتے ہیں یا سچائی کی طرف لے جاتے ہیں فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ خدا تعالیٰ ان لوگوں

کو کامیابی کا رستہ دکھاتا ہے جو اختلاف کرتے ہیں گویا یہ بات اتنی اچھی ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا کرنے والے کو کامیابی بخشتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس نے اتحاد کر لیا بلکہ اس لئے کہ اس نے اختلاف کیا۔ پھر فرمایا مِنَ الْحَقِّ اس نے حق کی خاطر اختلاف کیا۔ پھر اپنی مرضی سے اختلاف نہیں بِاِذْنِہٖ خدا کے حُکم کے مطابق اس نے اختلاف کیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے باوجود ایک شخص کو عزت اور رُتبہ دیا ہے لیکن دوسرا شخص ویسا ہی کام کر رہا ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے عذاب میں مُبتلا کر دیتا ہے اس لئے کہ وہ حق کی خاطر اختلاف نہیں کر رہا ہوتا بلکہ باطل کی خاطر اختلاف کر رہا ہوتا ہے۔ کفّار کی طرف سے بھی یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ہمیں آپس میں متحد رہنا چاہئے لیکن قرآن کریم نے فرمایا ہے یہ اتحاد اچھا نہیں۔ کفّار اعتراض کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر اختلاف پیدا کر دیا ہے۔ ہم سب اپنے آباؤ اجداد کے مذہب پر چل رہے تھے آپ نے ایک علیحدہ مذہب پیش کر کے ہمیں اختلاف کی دعوت دی ہے گویا کفّار اتحاد کا واسطہ دیتے تھے لیکن خدا تعالیٰ اختلاف کو جائز قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ [۶] یعنی جب انہیں کہا جاتا ہے کہ یہ پُرانی چیزیں ہیں تم اُنہیں ترک کر دو اور جو خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسے مان لو تو وہ کہتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا ہم اپنے آباؤ اجداد کے مذہب پر چلیں گے کیونکہ اس میں اتحاد پایا جاتا ہے تمہاری خاطر ہم اس مذہب کو کیسے چھوڑ دیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ یہ کیا بودی دلیل ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے مذہب پر چلیں گے۔ تمہاری بات مان کر ہم ان سے اختلاف نہیں کریں گے لیکن اگر وہ بے عقل بھی تھے تب بھی یہ لوگ ان کے پیچھے چلیں گے۔ اگر وہ بے علم تھے اور انہیں ہدایت نہیں ملی تھی تب بھی یہ لوگ ان کے پیچھے چلیں گے اتحاد تو ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کے ساتھ علم ہو، ہدایت ہو، عقل ہو، اگر ان کے ساتھ علم نہیں، ہدایت نہیں، عقل نہیں تو اتحاد کیسا۔ تمہارا ان کے ساتھ رہنا تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا

مثلاً یہ اتحاد ہے کہ دو آدمی غرق ہونے لگے ہوں اور انہیں ایک شہتیر مل جائے اور وہ دونوں اسے پکڑ لیں لیکن یہ اتحاد نہیں کہ ایک بل میں سانپ ہو اور زید اس میں ہاتھ ڈال دے تو بکر بھی اس میں ہاتھ ڈال دے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ اتحاد اس کے لئے مُہلک ہوگا۔ گویا ہر اتحاد اچھا نہیں ایک موقع پر اتحاد اچھا ہے اور اختلاف بُرا ہے اور ایک موقع پر اختلاف بُرا ہے اور اتحاد اچھا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب بعض اختلافات قدرتی ہیں اور بعض انسانی زندگی کے لئے ضروری تو کیا اسلام میں انفرادیت سکھائی گئی ہے اجتماعیت نہیں سکھائی گئی؟ یہ تو انفرادیت ہے کہ اپنے ذاتی فائدہ کی چیزیں قبول کرلو اور باقی ترک کردو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ اسلام انفرادیت کی بھی تعلیم دیتا ہے لیکن اجتماعیت اور ملّت کا جو احساس اسلام نے پیدا کیا ہے وہ کسی اور مذہب نے پیدا نہیں کیا۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے ماننے والوں کو اجتماعیت کی طرف توجہ دلائی ہے مثلاً اسلام میں ایک کلمہ ہے جو ہر مسلمان کے لئے ماننا ضروری ہے۔ بے شک اسلامی فرقوں میں اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً ہماری جماعت کو بھی دوسرے فرقوں سے اختلاف ہے لیکن کوئی احمدی ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ مَیں کلمہ طیبہ نہیں مانتا۔ پھر شیعوں کو سُنّیوں سے اختلاف ہے اور سنّیوں کو شیعوں سے اختلاف ہے لیکن سُنّی یا شیعہ کو یہ جرأت نہیں کہ کلمہ سے انکار کردے۔ تم کسی اسلامی فرقہ میں چلے جاؤ اور ان سے پوچھ لو وہ کلمہ سے باہر نہیں جائیں گے۔ ہر ایک مسلمان یہ کہے گا کہ ہمارا ایک کلمہ ہے اور وہ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ ہر شخص جو مسلمان ہوگا وہ اس بارہ میں دوسرے مسلمانوں سے متحد ہوگا۔ شیعہ سُنّیوں سے اختلاف رکھیں گے لیکن کلمہ کے بارے میں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ سُنّی شیعہ سے اختلاف رکھیں گے لیکن کلمہ میں دونوں متحد ہوں گے اور یہ کلمہ صرف مسلمانوں میں ہے اور کسی مذہب میں نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک عیسائی کو لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا نہیں آتا۔ ایک عیسائی بھی لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ سکتا ہے لیکن ان کا اپنا کوئی ایسا کلمہ نہیں جس میں بتایا گیا ہو کہ خدا تین ہیں تم کسی مشن میں چلے جاؤ اور عیسائیوں سے پوچھو کہ کیا تمہارا بھی کوئی

کلمہ ہے تو وہ یہی جواب دیں گے کہ ہمارا کوئی کلمہ نہیں۔ وہ یہ کہہ ہی نہیں سکتے کہ ہمارا کوئی کلمہ ہے کیونکہ ان کے ہاں مذہب کا ضروری حصّہ وہ لوگ بھی ہیں جو تین خدا مانتے ہیں اور ساتھ ہی ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو باوجود عیسائی ہونے کے ایک خدا کے قائل ہیں لیکن ہمارا ہر شخص لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ میں دوسرے مسلمانوں سے اتحاد رکھتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے خلاف کسی تعلیم کو مانتا ہو اور وہ اسلام میں بھی رہے۔ پھر عیسائیوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو انہیں ایک بزرگ اور نبی خیال کرتے ہیں۔ پس وہ ایک کلمہ بنا ہی نہیں سکتے۔ پھر ہندو مذہب کو لے لو۔ ہندو بھی اپنے مذہب کے متعلق بہت غیرت رکھتے ہیں اور وہ اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ ان کا مذہب بہت پرانا ہے لیکن ان سے پوچھو کہ کیا ہندوؤں کے پاس کوئی کلمہ ہے جسے ہم ہندو مذہب کا خلاصہ کہہ سکیں تو وہ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ وٹ از ہندوازم (What is Hinduism) ایک کتاب چھپی ہے۔ اس میں بڑے بڑے ہندو لیڈروں گوکھلے، مالویہ، اور تملک وغیرہ کے مضامین ہیں لیکن سارے مضامین کا یہی خلاصہ ہے کہ ہندو مذہب کوئی چیز نہیں۔ وہ ہندو مذہب کی کوئی تشریح نہیں کر سکتے۔ بعض کے نزدیک ہندو وہ ہے جو وید مانتا ہے لیکن جو ہندو وید نہیں مانتا لیکن ہندو کہلاتا ہے کیا وہ ہندو نہیں؟ مثلاً مدراسی لوگ وید نہیں مانتے۔ پھر بعض کہتے ہیں جو شخص پران مانتا ہے وہ ہندو ہے لیکن آریہ لوگ پران نہیں مانتے۔ پھر بعض نے یہ کہا ہے کہ جو بت پرستی کرے وہ ہندو ہے لیکن وِدیکانندوالے بتوں کی پوجا نہیں کرتے۔ پھر بعض کہتے ہیں کہ ہندو وہ ہوتے ہیں جو گائے نہیں کھاتے لیکن ساتھ ہی دوسرا مضمون نگار یہ لکھتا ہے کہ بمبئی میں ایسے ہندو پائے جاتے ہیں جو گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ پھر بعض نے کہا ہے کہ اصل میں ہندو وہ ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوا ہو لیکن اس کے یہ تو معنے بنتے ہیں کہ جو مسلمان ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں وہ بھی ہندو ہیں۔ ہندو کہتے ہیں ہمارا مذہب سب سے پُرانا ہے لیکن وہ ابھی اس بات پر بحث کر رہے ہیں کہ ہمارا کلمہ کیا ہے لیکن ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳۷۰ سال قبل فرما دیا تھا کہ ہمارا کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ

ہے اور اس میں اسلام کا خلاصہ آ گیا ہے۔ باقی لوگ ابھی ٹکریں مار رہے ہیں کہ ہمارا کلمہ کیا ہے۔ اب یہ اتحاد کی کتنی بڑی صورت ہے مسلمانوں کے سوا دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں۔

پھر اسلام میں ایک قبلہ پایا جاتا ہے لیکن اسلام کے سوا کسی مذہب میں قبلہ نہیں پایا جاتا۔ بے شک ہندوؤں کے پاس سومناتھ کا مندر موجود ہے لیکن یہ ایسی چیز نہیں جس پر سارے ہندو جمع ہو جائیں۔ عیسائیوں اور یہودیوں میں بھی کوئی قبلہ نہیں۔ وہ یروشلم کی مسجد کو بطور قبلہ پیش کرتے ہیں لیکن یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پانچ سَو سال بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائی تھی۔[ے] حضرت داؤد علیہ السلام سے پانچ سَو سال قبل یہودیوں کے پاس کون سا قبلہ تھا؟ ہمارے پاس پہلے سے قبلہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ظاہر ہوئے تو آپ نے بتا دیا کہ ہمارا فلاں قبلہ ہے اور اس طرح مسلمانوں پر کوئی دن ایسا نہیں آیا جب اُن کے پاس کوئی قبلہ نہ ہو۔ یہ نہیں کہ ایک سال دو سال یا دس سال کے بعد قبلے کا حُکم ہؤا ہو بلکہ پہلے دن سے بتا دیا گیا ہے کہ ہمارا فلاں قبلہ ہے۔ اب یہ اتحاد کی کتنی بڑی صورت ہے جو دوسرے مذہب والوں کو حاصل نہیں۔

پھر نماز باجماعت ہے۔ اسلامی نماز بھی انفرادی نماز نہیں بلکہ ایک قومی نماز ہے۔ پہلے صفوں میں سیدھے کھڑے ہو جاؤ، قبلہ رُخ ہو، اقامت ہو، پھر ایک امام ہو، امام کھڑا ہو تو مقتدی کھڑا ہو، امام سجدہ میں جائے تو مقتدی بھی سجدہ میں چلا جائے۔ یہ خصوصیت صرف اسلام میں پائی جاتی ہے اور مذاہب میں نہیں۔ نہ عیسائیوں میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے اور نہ یہودیوں میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔ عیسائی اور یہودی اکٹھے تو ہو جاتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے لئے اکٹھا ہونے کا کہاں حُکم ہے۔ ساری تورات میں اکٹھے ہو کر عبادت کرنے کا حُکم نہیں ملتا۔ تورات میں یہی آتا ہے کہ کامل عبادت یہی ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے لئے قربانی پیش کرو۔ باقی یہ کہ عبادت کے لئے تم اکٹھے ہو جاؤ ایسا کوئی حُکم نہ پُرانوں اور ویدوں میں موجود ہے اور نہ ایسا حُکم تورات اور انجیل میں پایا جاتا ہے۔ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو کہتا ہے پہلے اذان دو، پھر اس طرح مسجد میں آؤ، سیدھی صفوں میں کھڑے ہو جاؤ، پھر قبلہ کی طرف مُنہ کرو، سامنے ایک امام ہو جو حرکت

امام کرے وہی حرکت مقتدی بھی کرے، امام سجدہ میں جائے تو مقتدی بھی سجدہ میں چلے جائیں، امام کھڑا ہو تو مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں، اس طرح ساری قوم امام کے تابع ہو جاتی ہے اور یہ طاقت ہٹلر میں بھی نہیں تھی کہ اس کے اشارے سے سارے لوگ جھک جائیں لیکن یہاں یہ بات پائی جاتی ہے کہ امام رکوع میں جاتا ہے تو سارے مقتدی رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ امام سجدہ میں جاتا ہے تو سارے لوگ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ طاقت بخشی ہے جس نے اجتماعیت کی ایسی مستحکم روح قائم کر دی ہے جس کی مثال اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔

پھر حج ہے۔ یہ خصوصیت بھی صرف اسلام میں ہے۔ بیشک ہندو لوگ یاترا کے لئے جاتے ہیں لیکن یاترائیں بیسیوں ہیں۔ کوئی شخصی یاترا نہیں اور نہ ایسی تعلیم ہے کہ جس شخص کے پاس سرمایہ ہو پھر امن ہو، اس کے لئے کوئی روک نہ ہو ایسا شخص اگر حج نہیں کرتا تو وہ گنہگار ہے۔ یہ اجتماعیت صرف اسلام میں پائی جاتی ہے۔ باقی لوگ یاترا گئے تب بھی بزرگ ہیں اور اگر یاترا کو نہ گئے تب بھی بزرگ ہیں۔

پھر زکوٰۃ ہے۔ اسلام میں جیسی زکوٰۃ پائی جاتی ہے۔ وہ کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ بیشک یہودیوں میں بھی زکوٰۃ پائی جاتی ہے لیکن اس میں اتنی باریکیاں نہیں پائی جاتیں جتنی باریکیاں اسلامی زکوٰۃ میں پائی جاتی ہیں۔ اسلامی زکوٰۃ کے اخراجات کو نہایت وسیع طور پر بیان کیا گیا ہے اور اس میں قومی ترقی کی ہر چیز آ جاتی ہے۔ اس میں کلّیت کا رنگ پایا جاتا ہے اور یہ بات یہودی زکوٰۃ میں نہیں پائی جاتی۔ اسلامی زکوٰۃ میں ہر قسم کے غرباء کا حق مقرر کر دیا گیا ہے مثلاً ایک شخص کے پاس تجارت کے لئے سرمایہ نہیں تو اسلام کہتا ہے اسے کچھ سرمایہ دے دو۔ ایک درزی ہے وہ درزی کا کام جانتا ہے لیکن اس کے پاس کوئی مشین نہیں تو اسلام کہتا ہے کہ زکوٰۃ میں سے کچھ اسے بھی دے دو۔ ایک شخص کو یکّہ چلانا آتا ہے لیکن اس کے پاس روپیہ نہیں تو اسلام کہتا ہے کہ زکوٰۃ میں اسے بھی کچھ دے دو۔ اسی طرح ایک مسافر آتا ہے وہ مالدار ہوتا ہے لیکن وہ شہر میں جاتا ہے اور اس کا مال چوری ہو جاتا ہے اور وہ گھر سے بھی روپیہ منگوا نہیں سکتا تو اسلام کہتا ہے کہ

زکوٰۃ میں سے اسے بھی کچھ دے دو۔ایک غریب آدمی قید ہو جاتا ہے اس کے بچوں کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تو اسلام کہتا ہے زکوٰۃ میں سے اسے بھی کچھ دے دو۔گویا اسلام نے زکوٰۃ کے نظام کو اس قدر وسیع کیا ہے اور اتنا نرم رکھا ہے کہ ہر قوم اور ہر گروہ کے لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں کہ کسی کا سر بھی نیچا نہ ہو کیونکہ بڑی زکوٰۃ حکومت خود دے گی مثلاً زمین ہے۔زمین کی زکوٰۃ مَیں ذاتی طور پر نہیں دے سکتا بلکہ یہ زکوٰۃ گورنمنٹ کے پاس جمع کرائی جائے گی اور وہ آگے مستحقین میں تقسیم کرے گی۔اگر حکومت اس رقم میں سے کچھ میرے ہمسایہ کو دیتی ہے تو اگرچہ وہ میری رقم ہو گی لیکن میرا ہمسایہ اسے گورنمنٹ سے حاصل کرے گا اس طرح وہ میرا ممنون نہیں ہو گا اور میرے سامنے نظریں نیچی نہیں کرے گا۔گویا زکوٰۃ لینے کے نتیجہ میں جو تحقیر پیدا ہوتی ہے وہ پیدا نہیں ہو گی۔غرض اسلامی زکوٰۃ میں اس امر کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ غریب کی نظر نیچی نہ ہو اور باوجود مدد لینے کے وہ امیر ہمسایہ کو کہہ سکے کہ میں نے تجھ سے مدد نہیں لی۔

پھر قضاء ہے۔یہ بھی اسلام کی ہی ایک خصوصیت ہے اور یہ خصوصیت بھی اس بات کی ایک دلیل ہے کہ اسلام اجتماعیت کی تعلیم دیتا ہے۔ایک فرد اگر کسی کو ڈنڈا مارے تو قضاء اسے کہے گی کہ تم قاضی کے پاس جاؤ وہ اسے ڈنڈا مارے گا۔یہاں تک کہ اسلام میں بدکاری کی سزا سخت ہے لیکن اس کے لئے بھی اسلام نے یہی تعلیم دی ہے کہ تم سزا کو اپنے ہاتھ میں نہ لو بلکہ معاملہ قاضی کے پاس لے جاؤ۔وہ سزا دے گا۔

ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت یہودی سزا پر عمل کیا جاتا تھا۔اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر خاوند دیکھے کہ اس کی بیوی بدکاری کر رہی ہے تو کیا اُسے حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مار ڈالے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اسے خود سزا دینے کا حق نہیں۔موسوی شریعت میں زنا کی سزا قتل تھی[8] اور اس وقت تک اس بارہ میں موسوی شریعت کے مطابق ہی عمل کیا جاتا تھا۔اس شخص نے عرض کیا جب زنا کی سزا قتل ہے تو خاوند جب اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کو بدکاری کرتے دیکھے تو کیوں نہ اسے قتل کر دے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے سزا دینے کا حق

نہیں۔ سزا دینے کا حق قاضی کو ہے۔ اگر وہ اپنی بیوی کو بدکاری کرتے دیکھتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے تو اسے قاتل سمجھ کر موت کی سزا دی جائے گی۔[9] اب دیکھو اسلام اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اسلام یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کہیں بدلہ لینے میں جلد بازی سے کام تو نہیں لیا گیا۔ کیا جرم کی تحقیق کے سامان پوری طرح مہیا کئے گئے ہیں اور یہ باتیں قاضی دیکھ سکتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ اگرچہ یہ انفرادی حق ہے لیکن کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے لے۔ مجرم کو سزا صرف حکومت کے ذریعہ ہی دلائی جاسکتی ہے۔

پھر فرضیتِ جہاد ہے۔ جہاد بھی اکیلا شخص نہیں کر سکتا بلکہ جب جہاد فرض ہوگا تو ساری قوم لڑے گی۔ پس جہاد بھی ایک اجتماعی چیز ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ جب امام کہے کہ اب جہاد کا موقع ہے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس فریضہ کو پورا کرے اور اگر کوئی مسلمان اس فرض کو پورا نہیں کرتا تو وہ شریعت اور قانون کا مجرم ہے۔ یہ ایک اجتماعی حُکم ہے پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام انفرادی مذہب ہے وہ غلطی پر ہے۔ اسلام انفرادی مذہب نہیں بلکہ اجتماعی مذہب ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام ایک طرف تو انفرادیت کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے اور نہ صرف تسلیم کرتا بلکہ اسے ضروری قرار دیتا ہے اور دوسری طرف وہ اجتماعیت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اکٹھی کیسے ہوسکتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں بظاہر متضاد نظر آتی ہیں لیکن دراصل یہ متضاد نہیں بلکہ ایک دوسرے کی مددگار ہیں۔ ان دونوں کو جمع کئے بغیر ترقی نہیں ہوسکتی۔ جس مذہب نے صرف انفرادیت کی تعلیم دی ہے وہ بھی تباہ ہؤا ہے۔ کوئی مذہب اور کوئی حکومت اپنے لئے ترقی کا راستہ نہیں کھول سکتی جب تک کہ وہ ان دونوں چیزوں پر بیک وقت عمل نہ کر رہی ہو۔ اگلے زمانہ میں خدا تعالیٰ سے تعلق محض انفرادیت کے طور پر ہوتا تھا لیکن صحیح راستہ انفرادیت اور اجتماعیت کے درمیان ہے جیسے اگلے جہاں میں ایک پل صراط ہوگی۔ یہ اس دُنیا کی پُل صراط ہے۔ اسلام دونوں چیزوں کو ایک وقت میں بیان کرتا ہے۔ ایک طرف وہ انسان کو اتنا بلند کرتا ہے کہ اسے

عرش پر پہنچا دیتا ہے اور اس کے درمیان اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ باقی نہیں رہتا اور دوسری طرف جس طرح یونانی جب لڑتے ہیں تو وہ آپس میں ایک کو دوسرے کے ساتھ باندھ دیتے ہیں تا اگروہ مریں تو اکٹھے مریں۔ اسی طرح اسلام بھی ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ باندھ دیتا ہے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ اتحاد موجودہ حالات اور افراد سے اتحاد کا نام ہے۔ اتحاد اس بات کا نام ہے کہ موجودہ حالات اور افراد سے کام لیا جائے اور ترقی کے معنے یہ ہیں کہ موجودہ حالات اور افراد میں اختلاف پیدا کیا جائے۔ جب تک تجربہ اور تھیوری سے اختلاف نہیں کیا جاتا اس وقت تک ترقی نہیں ہو سکتی۔ غرض انفرادیت کے بغیر ترقی مُشکل ہے اور اتحاد کے بغیر امن قائم رکھنا مشکل ہے۔ قرآن کریم نے ان دونوں کو تسلیم کیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ [۱۰] اے مسلمانو! تم آپس میں اختلاف نہ کرو۔ اگر تم آپس میں اختلاف کرو گے تو کمزور ہو جاؤ گے اور دُشمن سے شکست کھا جاؤ گے۔ تم ہمیشہ اکٹھے رہنا اور ایک دوسرے کے مددگار رہنا وَ اصْبِرُوْا اور چونکہ اکٹھے رہنے میں تمہیں کئی مُشکلات پیش آئیں گی اس لئے تمہیں صبر سے کام لینا ہوگا۔ جب تم اجتماعیت کی طرف آؤ گے تو کئی جھگڑے پیدا ہوں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی شکوہ پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ آپ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے کہا۔ اس تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا جا رہا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے شخص اگر مَیں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ حضرت عمرؓ بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے تلوار نکال لی اور عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ اجازت دیں تو مَیں اس کی گردن کاٹ دوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانے دو۔ اس شخص نے بے شک غلطی کی ہے لیکن اگر اس کی گردن کاٹ دی گئی تو لوگ کہیں گے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتا ہے۔[۱۱] پس اگر اُس زمانہ کے لوگ بھی شکوہ کر دیتے تھے اور اختلاف کا اظہار کر دیتے تھے تو پاکستان اور شام اور عراق اور اُردن کے لوگ کیوں نہیں کر سکتے؟ غلطیاں ہو جاتی

ہیں اور لوگ شکوہ بھی کرتے ہیں پھر تم کیا کرو۔ فرمایا۔ واصبروا۔ تم صبر کرو اور مجھ پر اُمید رکھو۔ مَیں خود اس کا بدلہ دوں گا۔ پھر فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا [۱۲] اے مسلمانو! تم سارے مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔ اگر تم نے تفرقہ کیا تو اس کے نتیجہ میں تمہاری طاقت زائل ہو جائے گی۔ یہ اجتماعی اتحاد کی دعوت ہے لیکن دوسری طرف یہ بھی فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے مذہب کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں وہ بے دین ہیں۔ گویا قرآن کریم اختلاف اور اتحاد دونوں کو تسلیم کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں بھی اختلاف اور اتحاد دونوں کو تسلیم کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ ۔ [۱۳] میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔ اب دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف کو بجائے عذاب کے رحمت قرار دیتے ہیں اور اختلاف کرنے والے دونوں فریق کو اپنی اُمت قرار دیتے ہیں لیکن دوسری طرف آپؐ فرماتے ہیں۔ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْراً فَلَيْسَ مِنَّا [۱۴] جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہؤا وہ ہم میں سے نہیں۔ گویا آپ نے ایک طرف یہ کہا کہ اختلاف رحمت ہے اور دوسری طرف یہ کہا کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوگا وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی وہ مسلمان نہیں رہے گا۔ ایک صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللہ! جب تفرقہ ہوگا تو مَیں کیا کروں۔ کیا مَیں تلوار لوں اور لوگوں کا مقابلہ کروں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اُس صحابی نے عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللہ! پھر مَیں کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا۔ عَلَيْکَ بِالْجَمَاعَةِ ۔ [۱۵] جس طرف جماعت ہو اسی طرف تم چلے جاؤ۔ گویا آپ نے ایک طرف انفرادیت پر اس قدر زور دیا ہے کہ اختلافِ اُمت کو رحمت قرار دے دیا اور دوسری طرف یہ شدت ہے کہ اگر تم پر ظلم بھی کیا جائے تب بھی تم اختلاف نہ کرو بلکہ جماعت کا ساتھ دو۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم دونوں نے اختلاف اور اتحاد دونوں کو تسلیم کیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سے اصول ہیں جنہیں اختیار کر کے ہم اتحاد اور

انفرادیت کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ يَآ أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٥﴾ [۱۶] اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہے۔ اے میرے رسول! تم عیسائیوں اور یہودیوں سے کہہ دو کہ ہم میں اور تم میں جو نقطۂ مرکزی ہے مَیں اس پر تمہیں متحد ہو جانے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ نقطۂ مرکزی کیا ہے؟ وہ نقطۂ مرکزی یہ ہے کہ تم بھی کہتے ہو خدا ایک ہے اور ہم بھی کہتے ہیں خدا ایک ہے۔ آؤ ہم اسی بات پر اکٹھے ہو جائیں۔ بے شک تم بیت المقدس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو اور مَیں قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھوں گا لیکن یہ نقطہ ہم دونو میں مشترک ہے۔ آؤ ہم اس پر اکٹھے ہو جائیں اور عہد کر لیں کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے۔ تم بے شک صرف سجدہ کرو اور ہم رکوع اور سجدہ کریں۔ تم ہفتہ میں ایک دن عبادت کرو اور ہم ساتوں دن عبادت کریں۔ ہم جمعہ کو اکٹھے ہوں اور تم اتوار کو اکٹھے ہو جاؤ لیکن ہم اس بات پر اتحاد کر لیں کہ ہم صرف خدا تعالیٰ کا نام لیں گے اور کسی کو اس کا شریک قرار نہیں دیں گے۔ اب دیکھو یہودیت اور عیسائیت الگ مذاہب ہیں لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ ان دونوں میں ایک نقطۂ مرکزی ہے اور وہ توحید ہے۔ آؤ ہم اس پر اکٹھے ہو جائیں اور باقی اختلافات کو رہنے دیں۔ گویا پہلا گُر اتحاد کا یہ معلوم ہؤا کہ اگر تم صحیح طور پر اتحاد چاہتے ہو تو پہلے اختلاف کو تسلیم کرو۔ جو شخص یہ کہے گا کہ مَیں اختلافات مٹا کر اتحاد کروں گا وہ کامیاب نہیں ہوگا۔ وہی شخص کامیاب ہوگا جو جُزوی اختلافات کو چھوڑ دے۔ لائڈ جارج کا ایک مشہور مقولہ ہے جب برطانیہ کو فرانس اور جرمنی سے خطرہ پیدا ہؤا تو لائڈ جارج فرانس گئے اور اُنہوں نے حکومت فرانس سے بات چیت کی۔ جب واپس آئے تو لوگوں نے کہا۔ کیا تمہیں کامیابی حاصل ہوگئی ہے اور کیا برطانیہ اور فرانس کا اتحاد ہو گیا ہے؟ لائڈ جارج نے کہا ہم نے اس بات پر اتحاد کر لیا ہے کہ آپس میں اختلاف کو قائم رکھیں۔ [۱۷] اس اتحاد کی وجہ سے وہ محفوظ ہو گئے۔ اُنہوں نے اس بات پر اتحاد کیا تھا کہ

ہم آپس کے اختلاف کو تسلیم کرتے ہیں لیکن باوجود اس اختلاف کے ہم اکٹھے رہیں گے اور دُشمن کا مل کر مقابلہ کریں گے۔ لائڈ جارج نے تو یہ بات آج کہی ہے لیکن اسلام نے ساڑھے سترہ سَو سال قبل یہ بات کہی تھی کہ اے عیسائیو اور یہودیو! تم ہم سے کیوں جھگڑتے ہو کیا تم میں اور ہم میں اتحاد کا کوئی پوائنٹ موجود ہے یا نہیں؟ اور اگر اتحاد کا کوئی پوائنٹ موجود ہے تو آؤ پہلے اسی کو لے لو اور اس پر متحد ہو جاؤ۔ پس اتحاد المسلمین کے لئے ضروری ہے کہ باہمی اختلافات کو چھوڑ دیا جائے اور اتحاد کے جو ممکن پہلو ہوں انہیں لے لیا جائے۔ اگر کوئی کہے کہ اگر تم صرف اتحاد کے پہلو لے لو تو اختلاف والی باتوں میں کیا کرو گے تو اس کا حل بھی قرآن کریم نے بتا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جن باتوں میں تمہارا اختلاف ہے ان میں تم اپنی اپنی کتاب اور تعلیم کے مطابق چلو اور اس کے مطابق اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرو۔ فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس انجیل اور تورات ہے وہ ان پر عمل کر سکتے ہیں جیسے فرمایا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ [۱۸] پس ایک طرف تو یہ کہا کہ یہودی اور عیسائی اپنی اپنی تعلیم پر چلیں اگر وہ اپنی تعلیم پر نہیں چلیں گے تو وہ خائن ہوں گے اور دوسری طرف یہ کہا کہ تم اکٹھے ہو جاؤ یعنی دونوں پوائنٹ کو لیا ہے کہ اختلاف قائم کرو اور اتحاد کے پوائنٹ کو لے کر جو تم دونوں کے درمیان مشترک ہو اکٹھے ہو جاؤ۔

پھر یہ قدرتی بات ہے کہ اگر ہم اکٹھے ہو کر بیٹھ جائیں گے تو آہستہ آہستہ اتحاد کی کئی صورتیں نکل آئیں گی۔ فلاں مردہ باد اور فلاں زندہ باد کے نعروں سے کچھ نہیں بنتا۔ اگر کوئی نقطۂ مرکزی ایسا ہے جس پر اتحاد ہو سکتا ہے تو اس کو لے لو کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ اختلافات قائم رکھو بلکہ بعض دفعہ یہاں تک کہتا ہے کہ ہم اختلافات رکھنے میں تمہاری مدد کریں گے۔ پھر یہ بیوقوفی کی بات ہے کہ ہم ان اختلافات کی وجہ سے اتحاد کو چھوڑ دیں۔ مَیں نے عملی طور پر بھی اس کا تجربہ کیا ہے۔

جب تحریکِ خلافت کا جھگڑا شروع ہؤا اور مولانا محمد علی اور شوکت علی نے یہ تحریک شروع کی کہ انگریزوں کو کہا جائے کہ وہ سلطان ترکی کو جسے ہم مسلمان خلیفہ تسلیم کرتے ہیں

کچھ نہ کہیں ورنہ ہم سب مسلمان مِل کر ان کا مقابلہ کریں گے تو اُنہوں نے باقی مسلمانوں کو بھی دعوت دی کہ وہ اس تحریک میں ان کے ساتھ شامل ہوں۔ اور اس کے تعلق میں لکھنؤ میں ایک جلسہ کیا گیا۔ مَیں نے جب اس بات پر غور کیا تو مَیں نے دیکھا کہ شیعہ اور اہل حدیث سلطان ترکی کو اپنا خلیفہ تسلیم نہیں کرتے اور نہ خوارج اسے خلیفہ تسلیم کرتے ہیں اور پھر ہم احمدی بھی اس بات کے خلاف ہیں۔ ہمارا ہیڈ خود خلیفہ ہوتا ہے۔ مَیں نے خیال کیا کہ یہ سارے لوگ یہ بات کیوں کہیں گے کہ ہم سب مسلمان سلطان ترکی کو اپنا خلیفہ مانتے ہیں اس لئے اگر تم نے اس پر ہاتھ ڈالا تو ہم سب متحد ہو کر اس کی امداد کریں گے۔ مَیں نے جلسہ میں شرکت کے لئے ایک وفد لکھنؤ بھیجا اور انہیں تحریری پیغام بھجوایا کہ اگر تم اس صورت میں انگریزوں کے پاس جاؤ گے تو وہ کہیں گے کہ خوارج، اہل حدیث اور شیعہ مسلمان عبدالحمید کو اپنا خلیفہ نہیں مانتے تم کیسے کہتے ہو کہ وہ سب مسلمانوں کا خلیفہ ہے۔ مَیں نے کہا تم یوں کہو کہ سلطان ترکی جسے مسلمانوں کی اکثریت خلیفہ تسلیم کرتی ہے اور باقی مسلمان بھی ان کا احترام کرتے ہیں اگر تم نے اسے کچھ کہا تو ہم سب مسلمان مِل کر تمہارا مقابلہ کریں گے اگر تم یوں کہو گے تو کام بن جائے گا۔ کسی احمدی، شیعہ یا اہل حدیث کو یہ جرأت نہیں ہو سکے گی کہ وہ کہے سلطان عبدالحمید کو ماردو۔ وہ دل میں بے شک کہے لیکن اس کا زبان سے اظہار نہیں کرے گا۔ مولانا شوکت علی کی طبیعت جوشیلی تھی۔ جب وفد میرا خط لے کر گیا تو اُنہوں نے کہا یہ تفرقہ کی بات ہے۔

پندرہ دن کے بعد اہلِ حدیث کی طرف سے اعلان شائع ہؤا کہ ہم سلطان ترکی کو اپنا خلیفہ تسلیم نہیں کرتے، شیعوں کی طرف سے بھی اس قسم کا اعلان شائع ہؤا اور پھر سر پھٹول شروع ہو گئی۔ خوارج اس مُلک میں موجود نہیں تھے ورنہ وہ بھی اس قسم کا اعلان کر دیتے اور پھر سال ڈیڑھ سال کے بعد خود تُرکوں نے بھی اُسے جواب دے دیا تین چار سال کے بعد شملہ میں ہم سب ملے تو مولانا محمد علی نے کہا کتنا اچھا کام تھا لیکن آخر ہم اس میں ناکام ہو گئے مسلمانوں میں تفرقہ ہو گیا اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مَیں نے کہا مولانا مَیں نے مشورہ دے دیا تھا کہ یہ نہ لکھا جائے کہ ہم سب مسلمان سلطان ترکی کو

خلیفہ مانتے ہیں کیونکہ اہلِ حدیث، خوارج، شیعہ اور ہم احمدی اسے خلیفہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ کہا جائے کہ سلطان ترکی جس کو مسلمانوں میں سے اکثریت خلیفہ مانتی ہے اور جو خلیفہ نہیں مانتے وہ بھی ان کا احترام کرتے ہیں، اگر میری بات مان لی جاتی تو یہ ناکامی نہ ہوتی۔ اُنہوں نے کہا آپ نے یہ مشورہ ہمیں دیا ہی نہیں۔ مَیں نے کہا آپ کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی کو دیا تھا مگر اُنہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ مَیں نے کہا اگر آپ میرا مشورہ مان لیتے تو اہلِ حدیث، خوارج اور شیعہ کو شکایت پیدا نہ ہوتی۔ آپ یہ لکھتے کہ اکثریت مسلمانوں کی سلطان ترکی کو خلیفہ مانتی ہے اور اقلیّت اسے اپنے اقتدار کا نشان مانتی ہے۔ وہ افسوس کرنے لگے کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ پس شیعہ سُنّی اور حنفی وہابی اور احمدی غیر احمدی کے اختلافات کو چھوڑ دیا جائے اور ان کی اتحاد کی باتوں کو لے لیا جائے۔ یہی اتحاد کا اصول ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں اور یہودیوں کو اس بات کی دعوت دی تھی۔

پھر دوسرا اصول اتحاد کا یہ ہے کہ چھوٹی چیز کو بڑی چیز پر قربان کر دیا جائے۔ اگر تم دیکھتے ہو کہ ہر بات میں اتحاد نہیں ہوسکتا تو تم چھوٹی باتوں کو چھوڑ دو اور بڑی باتوں کو لے لو۔ دیکھو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جہاں توحید کا ذکر کرتا ہے وہاں ماں باپ کا بھی ذکر کرتا ہے اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری پر زور دیتا ہے لیکن جب انبیاء دُنیا میں آئے اور ان کی قوم نے یہ کہا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتے تو خدا تعالیٰ نے یہاں تک کہہ دیا کہ کیا تم جاہلوں کی بات مانتے ہو۔ باپ دادے کی عزت بے شک بڑی ہے لیکن جب ان کا مقابلہ خدا تعالیٰ سے ہو جائے تو انہیں چھوڑ دو۔ پس اتحاد کا دوسرا گُر یہ ہے کہ تم چھوٹی باتوں کو بڑی باتوں پر قربان کرنے کی روح پیدا کرو۔ سچائی کو ہرگز نہ چھوڑو وہاں قومی رسم و رواج کو چھوڑنا پڑے تو کوئی بات نہیں۔

پس ان دونوں باتوں پر عمل کیا جائے تو اتحاد ہوسکتا ہے۔ اس وقت پاکستان، لبنان، عراق، اُردن، شام، مصر، لیبیا، ایران، افغانستان، انڈونیشیا اور سعودی عرب یہ گیارہ مُسلم مُمالک ہیں جو آزاد ہیں اور ان سب میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اگر

انہوں نے آپس میں اتحاد کرنا ہے تو پھر اختلافات کو برقرار رکھتے ہوئے ان کا فرض ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ کیا کوئی ایسا پوائنٹ بھی ہے جس پر وہ متحد ہو سکتے ہیں اور اگر کوئی ایسا پوائنٹ مل جائے تو وہ اس پر اکٹھے ہو جائیں اور کہیں کہ ہم یہ بات نہیں ہونے دیں گے۔ مثلاً یہ سب مُمالک اس بات پر اتحاد کر لیں کہ ہم کسی مُسلم مُلک کو غلام نہیں رہنے دیں گے اور بجائے اس کے کہ اس بات کا انتظار کریں کہ پہلے ہمارے آپس کے اختلافات دُور ہو جائیں وہ سب مِل کر اس بات پر اتحاد کر لیں کہ وہ کسی مُلک کو غلام نہیں رہنے دیں گے اور سب مِل کر اس کی آزادی کی جدوجہد کریں گے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کو دعوت دی تھی کہ آؤ ہم توحید پر جو ہم سب میں مشترک ہے متحد ہو جائیں اسی طرح ہم سب مسلمان اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ ہم کسی کو غلام نہیں رہنے دیں گے۔ اختلافات بعد میں دیکھے جائیں گے۔ اسی طرح پاکستان کے مسلمانوں کے آپس کے جھگڑے ہیں اور ان میں کئی اختلافات پائے جاتے ہیں لیکن ان سب ممالک میں کوئی چیز مشترک بھی ہے وہ اس پر متحد ہو سکتے ہیں مثلاً یہی بات لے لو کہ ہم نے پاکستان کو ہندوؤں سے بچانا ہے یا کشمیر حاصل کرنا ہے تم ان چیزوں کو لے لو اور بجائے آپس میں اختلاف کرنے کے ان چیزوں پر متحد ہو جاؤ بعد میں ملنے ملانے سے دوسرے اختلافات بھی دُور ہو جائیں گے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اختلاف کو لے لیا جاتا ہے اور اتحاد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو جس سے اُسے اختلاف ہو واجبُ القتل قرار دے دیتا ہے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔ کیا یہ لوگ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مومن ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی کہتے ہیں کہ آؤ ہم توحید پر جو ہم سب میں مشترک ہے اکٹھے ہو جائیں لیکن تم ایسا نہیں کرتے اور وِینَس کے تاجر کی طرح جب تک تم دوسرے کا گوشت نہ کاٹ لو اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ عالم اسلامی کا اتحاد بھی اسی طرح ہو گا۔ اگر مسلم ممالک آپس میں اتحاد کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اختلاف کے باوجود ہم دُشمن سے اکٹھے ہو کر لڑیں گے۔ آؤ ہم بھی اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ

باہمی اختلافات کے باوجود ہم ایک دوسرے سے لڑیں گے نہیں۔

میری طبیعت خراب تھی اور خیال تھا کہ مَیں تھوڑی دیر تقریر کر سکوں گا لیکن خدا تعالیٰ نے توفیق دے دی اور مَیں اتنی دیر بول سکا ہوں۔ اب اذان ہو رہی ہے اس لئے مَیں تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

اسلام پر ایک نازک زمانہ آ رہا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی آنکھیں کھولیں اور خطرات کو دیکھیں اور کم از کم اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ خواہ کچھ بھی ہو ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مٹنے نہیں دیں گے۔'' (الفضل ربوہ ۱۲، ۱۹؍دسمبر ۱۹۶۲ء)

---

۱ ابراھیم:۸

۲ مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النھی عن المنکرمن الایمان (الخ)

۳

۴ الروم:۲۳ ۵ البقرۃ:۱۴ ۶ البقرۃ:۱۷۱

۷ اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد۲ صفحہ ۱۵۵۰ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

۸ استثناء باب۲۲ آیت۲۲ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لنڈن ۱۸۸۷ء

۹

۱۰ الانفال:۴۷

۱۱ بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام

۱۲ اٰل عمران:۱۰۴

۱۳ موضوعات مُلّا علی قاری صفحہ ۱۷ مطبوعہ دہلی ۱۳۴۶ھ

۱۴ مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفِتَنِ میں ''مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَمَاتَ فَمِیْتَۃٌ جَاھِلِیَّۃٌ'' کے الفاظ ہیں۔

۱۵ ابن ماجہ کتاب الفتن باب الْعُزْلَۃُ (مفہوماً)

۱۶ اٰل عمران:۶۵

۱۷

۱۸ المائدۃ:۴۵